© rasailojaraid.com

Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.106, 2017 pp 65 - 74

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۸، جنوری۔ مارچ ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۶

تسامحات در مقدمہ کشف المحجوب از ڈاکٹر اسعاد قندیل

زاہدہ ناز☆

Abstract:

Hazrat Ali Hujveri was a renowned Sufi of the Subcontinent. He rendered great services for the spread of peaceful message of Islam and thanks to his preaching a good number of local people embraced Islam of their own free will. Since Hazrat Hujveri was a great scholar, he penned many books on various topics but all his books including one poetic anthology either got stolen in his life time or became untraceable after his life. Kashful Mahjub is the only book of Hazrat Hujveri which has survived. This book is the first one of its nature written in Persian on the Sufic teachings. An Arabic scholar namely Isaad Qindeel earned her PhD by working on the life and works of Hazrat Hujveri. One part of her dissertation relates to the Arabic rendition of the Persian text of the book. Besides highlighting the importance of the work of Isaad Qindeel, the article focuses some errors in the first part of the said book.

Keywords:

Hazrat Ali Hujveri, Ghaznavi, Imam Ghazali, Dr. Zahoor Ahmad Azhar, Ghazna Afghanistan, Indo-Pak Subcontinent, Lahore

صاحبِ کشف المحجوب ابوالحسن علی بن عثمان بن ابی علیؒ جلابی ہجویری غزنوی کا شمار پانچویں صدی ہجری کے علمائے تصوف میں ہوتا ہے۔ آپ عہد غزنوی (387۔582ھ) کے معاصر ہیں۔ آپ نے سلطان ابراہیم غزنوی (392۔451ھ) کے عہد میں وفات پائی۔

☆ اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، گورنمنٹ ڈگری کالج برائے خواتین، گلشن راوی، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرتِ ہجویریؒ کی ولادت افغانستان کے شہر غزنہ میں ہوئی اور اِسی شہر کی نسبت سے آپ غزنوی کہلائے۔ اِسی طرح جلاب اور ہجویر سے نسبت کی وجہ سے جلابی اور ہجویری بھی مشہور ہیں۔ جلاب اور ہجویر دونوں غزنہ کے مضافاتی محلے ہیں۔ حضرتِ ہجویریؒ کی تاریخِ ولادت غیر معروف ہے۔ تاہم رائج روایت کے مطابق آپ کی ولادت چوتھی صدی ہجری کے اواخر میں ہوئی۔

حضرتِ ہجویریؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطنِ مالوف غزنہ میں حاصل کی۔ جب جوان ہوئے تو اپنے زمانے کے دستور کے مطابق سیر وسیاحت پر نکلے۔ آپ نے وسیع پیمانے پر سیاحت کی۔ شام سے ترکستان اور بحرِ قزوین سے ہندوستان تک عالمِ اسلام کے مختلف ملکوں کا سفر اختیار فرمایا۔ عراق، خراسان، ماوراء النہر، خوزستان، ایران، آذربائیجان، جرجان اور ہندوستان تک گھومے پھرے۔ ان علاقوں میں آپ کا قیام کبھی قلیل رہا اور کبھی طویل۔ ان سفروں کے دوران میں آپ نے معروف شیوخِ تصوف سے ملاقاتیں کیں، اُن سے اختلاف بھی کیا اور بعض کے ساتھ منسلک ہو کر اُن کے مریدوں کے حلقے میں شامل بھی ہوئے۔ بعض کے حوالے سے متردد اور بعض سے فیض یاب ہوئے۔

حضرتِ ہجویریؒ کے سفروں کی داستان 431 ہجری تک پھیلی ہوئی ہے۔ اِسی سال آپ نے پہلی بار ہندوستان (اب پاکستان) میں واقع شہر لاہور کو دیکھا۔ آپ اِسی شہر میں تھے کہ 435 ہجری میں یہاں فتنہ برپا ہوا۔ یہ سلطان مودود غزنوی (432۔ 441ھ) کا عہد تھا۔ اِس شورش میں آپ کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ زیادہ معروف یہی ہے کہ حضرتِ ہجویریؒ 435۔ 441 کے درمیان لاہور سے غزنہ وخراسان کو واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔ مگر دوبارہ ہندوستان تشریف لائے اور آخر کار لاہور میں سکونت پذیر ہوئے اور تادمِ واپسیں یہیں مقیم رہے۔

حضرتِ ہجویریؒ نے اپنے ان سفروں کی بہ دولت بہت سے شیوخِ تصوف، آئمہ مذاہب اور مختلف اسلامی فرقوں کے عمائدین سے ملاقاتیں کیں۔ یوں پانچویں صدی ہجری میں مروج تمام دینی میلانات کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر تشکیل پا سکا۔ بہت سی دینی اور صوفیانہ کتب سے واقفیت کا راستہ ہموار ہوا۔ علما اور صوفیہ سے ملاقاتوں اور کتابوں کی رسائی نے آپ کے تبحرِ علمی کو وسیع تر کر دیا تھا۔ آپ نے صوفی تجربے کو علمی اور عملی صورت میں برتا۔ سفر وسیاحت سے حاصل شدہ قیمتی معلومات کو اپنی کتاب کی تالیف اور اُس کے موضوعات کی بحث کے دوران میں استعمال کیا۔

حضرتِ ہجویریؒ کا شمار برصغیر پاک وہند میں اسلام کے اولین مبلغین میں ہوتا ہے۔ آپ نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اہلِ لاہور کی معتد بہ تعداد کو مشرف بہ اسلام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اِس سلسلے میں سلطان مودود کے عہد کے لاہور کے نائب رائے راجو کا نام اہم ہے جس نے اسلام قبول کرنے میں پیش قدمی کی۔ حضرتِ ہجویریؒ لاہور شہر میں دینِ اسلام کی اشاعت نیز روحانی تعلیمات کی ترویج میں مگن رہے حتیٰ کہ 465 ہجری میں اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ اسی شہر میں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر مبارک آپ کے مزار جو عرفِ عام میں 'مزار داتا گنج بخش' کہلاتا ہے، میں موجود ہے۔ آپ برصغیر پاک و ہند میں داتا گنج بخش کے نام ہی سے معروف ہیں۔

حضرتِ ہجویریؒ نے بہت سی کتابیں لکھیں جن کا اشارہ ہمیں اُن کی کتاب کشف المحجوب میں ملتا ہے۔ اُن میں کچھ کتابیں آپ کی زندگی میں اور بعض آپ کی وفات کے بعد گم ہو گئیں۔ آپ کی تصنیفات میں سے صرف کشف المحجوب ہی محفوظ رہی۔ یہ کتاب ہمیشہ اپنے مؤلف یعنی حضرت ہجویریؒ کے نام سے مرتبط رہی ہے۔

کشف المحجوب تصوف پر فارسی زبان کی قدیم ترین کتاب مانی جاتی ہے۔ اِسے تصوف کی نظریاتی و تطبیقی اصولوں پر مبنی اولین کتاب سمجھا جاتا ہے۔ مطالعۂ تصوفِ اسلامی کے سلسلے میں اہلِ مشرق اور مستشرقین، خواہ اُن کا تعلق کتبِ تصوف کی تحقیق سے ہو یا ترجمہ و طباعت سے، دونوں اِس کتاب کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔

کشف المحجوب کی یقینی تاریخ تالیف کے بارے میں کچھ کہنا ممکن نہیں ہے۔ رائج یہی ہے کہ 435ھ میں اِس کی تالیف شروع ہوئی اور 442ھ میں مکمل ہوئی۔ کشف المحجوب پچیس حصوں پر مشتمل ہے۔ اِن حصوں میں صاحبِ کتاب نے تصوف کے نظریاتی و تطبیقی اصول، آئمۂ فن اور شیوخِ تصوف کے احوالِ زندگی، صوفیہ کے اقوال و رموز، صوفیہ کے فرقے، دینی عقائد و عبادات و معاملات، صوفیانہ رسموں اور ان کی روایتوں کے متعلق گفتگو کی ہے۔

کشف المحجوب حضرتِ ہجویریؒ کے ایک غزنوی ساتھی کے سوال کے جواب میں لکھی گئی۔ یہ سوال صوفیانہ منہج، مقاماتِ صوفیہ، اُن کے مذاہب، اقوال، رموز اور معاملات کے بارے میں تھا۔ حضرتِ ہجویریؒ نے اِس سوال کا جواب قدرے تفصیل سے دیا تھا لیکن اُسلوب ایسا اپنایا کہ عام لوگ بھی طریقت اور شریعت کا مفہوم بآسانی سمجھ سکیں اور تعلیماتِ صوفیہ اور دینِ اسلام کے درمیان مطابقت پیدا کر سکیں۔

ایسی کوششیں اِس سے قبل ابونصر سراج طوسیؒ اپنی کتاب اللمع، ابوالقاسم قشیریؒ اپنی کتاب الرسالۃ کے ذریعے کر چکے تھے اور اُن کے بعد امام غزالیؒ نے اُن کا اتباع اپنی کتاب احیاء علوم الدین میں کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کشف المحجوب بڑی حد تک اللمع سے ملتی جلتی ہے۔ یہ مشابہت عام اسلوب اور مواد دونوں اعتبار سے ہے۔ اِس سے پتا چلتا ہے کہ حضرتِ ہجویریؒ نے اللمع پر انحصار کیا ہے۔ اِسی طرح کشف المحجوب میں رسالہ قشیریہ کی بعض فصلوں کا فارسی ترجمہ پایا جاتا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ صاحب کشف المحجوب اِس کتاب سے نہ صرف واقف تھے بل کہ اُنھوں نے اِس سے اخذ واستفادہ بھی کیا۔

اللمع اور الرسالۃ کے علاوہ حضرتِ ہجویریؒ نے ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ کی کتاب طبقات الصوفیۃ پر بہت زیادہ انحصار کیا اور اِس کتاب سے کافی کچھ نقل بھی کیا بالخصوص شیوخِ تصوف کے حالات پر مشتمل کتاب کے پانچویں حصے میں۔

فارسی زبان کے صوفی مؤلفین نے کشف المحجوب سے خاطر خواہ استفادہ کیا۔ خاص طور پر فریدالدین عطارؒ نے اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء اور عبدالرحمٰن جامیؒ نے اپنی کتاب نفحات الأنس کی تالیف میں اس سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ الغرض کشف المحجوب سے وسیع پیمانے پر استفادہ کیا گیا۔۔۔ کشف المحجوب پہلی مرتبہ لینن گراڈ، روس سے 1926 میں شائع ہوئی۔ دوسری بار تہران، ایران سے 1336ھ (بمطابق 1377۔ 1957) شائع ہوئی۔ اِس کا انگریزی ترجمہ انگریز مستشرق نکلسن نے کیا۔ یہ ترجمہ لندن سے 1911 میں شائع ہوا۔(۱)

....

حضرتِ ہجویریؒ کی کتاب کشف المحجوب روزِ تالیف ہی سے علما وصوفیہ کے حلقوں میں متداول ومعروف رہی ہے۔ موضوع، مباحث، معلومات اور پیش کش کے اعتبار سے بلاشبہ یہ فارسی میں تصوف پر اولین انسائیکلوپیڈیائی کام ہے۔ حضرتِ ہجویریؒ نے اسے بہ زبانِ فارسی لکھا۔ دنیا کی معروف علمی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ فقط اردو میں تیس کے قریب ترجموں کا ذکر ملتا ہے۔ کشف المحجوب کے اس قدر ترجمے اس کی مقبولیت پر دال ہیں۔ علم ومعروفت کے اس بیش بہا خزانے کے بارے میں مولانا جامیؒ کا فرمان ہے:

"عارف بود وصحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیده است، صاحب کتاب کشف المحجوب است که از کتب معتبره مشهور درین فن است و لطائف و حقائق بسیار درآن کتاب جمع کرده است.(۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی آپ عالم بھی تھے اور رموز وحقائق کے عارف بھی تھے۔ کثیر التعداد مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے اور آپ کشف المحجوب کے مصنف ہیں اور یہ کتاب فن تصوف کی معتبر اور مشہور کتب میں سے ہے۔ آپ نے اس کتاب میں بے شمار لطائف وحقائق کو جمع کر دیا ہے۔

اسی طرح سُلطان المشائخ محبوب الٰہیؒ نے اس کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

کشف المحجوب از تصنیف علی هجویری است قدس الله روحه اگر کسی را پیری نباشد، چون این را مطالعه کند او را پیدا شود.(۳)

یعنی کشف المحجوب حضرت علی ہجویری قدس اللہ روحہ کی تصنیف ہے۔ جس کا کوئی مرشد نہ ہوا سے اس کتاب کے مطالعہ کی برکت سے مرشد مل جائے گا۔

ملک الشعرا بہار یوں رطب اللسان ہے:

کتاب نفیسی است که در ادبیات فارسی بی نظیر است بزبان فارسی بسیار ساده و به سبک قدیم تالیف شده است.(۴)

یعنی کشف المحجوب ایک نفیس کتاب ہے جو فارسی ادبیات میں بے نظیر ہے اور فارسی زبان میں نہایت سادہ اور قدیم سبک میں تالیف کی گئی ہے۔

ایسی معتبر و معروف عام اور اپنے فن پر امام کتاب کے درجے پر فائز تصنیف کی طرف دیگر زبانوں کے مترجمین کا التفات قابلِ فہم ہے۔ اگر عالمِ اسلام کی مذہبی وعلمی زبان عربی میں اس کتاب کا ترجمہ نہ پایا جاتا، یقیناً یہ بات باعثِ حیرت ہوتی۔ ہاں عربوں کا اس کی طرف میلان حیران کن امر نہیں ہے۔ چناں چہ کشف المحجوب کے اب تک تین عربی تراجم کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان میں سے سب سے پہلا ترجمہ شیخ تاج الدین سنبھلی نامی عالم نے بہ عہد جہانگیری برصغیر ہی میں انجام دیا۔ اس ترجمے کے بارے میں ہمارے پاس اس سے زیادہ معلومات نہیں ہیں جتنی کہ میاں سلیم حماد ہجویری نے اپنے ایک مضمون میں بہم پہچائی ہیں۔ ان کے مطابق:

"کشف المحجوب کا عربی زبان میں پہلا ترجمہ شیخ تاج الدین سنبھلی نے شہنشاہ جہانگیر کے دور میں کیا اور دوسرا جدید عربی ترجمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالھادی قندیل نے کیا ہے۔"(۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محمد عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے ایک اور عربی ترجمے کا ذکر کیا ہے جسے سید محمود ماضی ابوالعزائم نامی عرب سکالر نے انجام دیا۔اس ترجمے کے عہدِ اشاعت کے بارے میں قادری صاحب موصوف نے تفصیل فراہم نہیں کی فقط اتنا بتایا ہے کہ اس ترجمے کی تحسین خود شیخِ ازہر نے کی۔قادری صاحب کے بقول:

''کشف المحجوب کا یہ عربی ترجمہ انگریزی سے عربی میں علمی اور صوفی خانوادے کے نامور عالم سید محمود ماضی ابوالعزائم نے کیا۔استاد اسمٰعیل ماضی ابوالعزائم نے اس پر نظرثانی کی، ڈاکٹر ابراہیم وسوقی شتا نے اصل فارسی نسخے کو سامنے رکھ کر عربی ترجمہ کا مقابلہ کیا نیز اس کی تحقیق کی اور اس پر مقدمہ لکھا۔ڈاکٹر نورالدین شریبہ نے یہ ترجمہ شیخ الازہر ڈاکٹر عبدالحکیم محمود کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے حکم دیا کہ اسے ازہر شریف کی طرف سے شائع کیا جائے۔''(۶)

کشف المحجوب کا تیسرا ترجمہ ڈاکٹر اسعاد عبدالہادی قندیل نے انجام دیا۔ڈاکٹر اسعاد قندیل مصر کے معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ان کے والد عبدالہادی قندیل بھی ایک عالم فاضل انسان تھے۔(۷) ڈاکٹر اسعاد کا یہ ترجمہ ان کے پی ایچ ڈی مقالے کا حصہ تھا۔ڈاکٹر اسعاد نے ۱۹۶۹ میں اپنا مقالہ بعنوان:

الهجویری و مذهبه فی التصوف کما یبدو من کتابه کشف المحجوب

یعنی 'حضرتِ ہجویری اور ان کا مسلکِ تصوف: ان کی کتاب کشف المحجوب کی روشنی میں' لکھا۔یہ مقالہ دو حصوں میں منقسم ہے۔پہلا حصہ مقدمۂ مقالہ ہے جو دو ابواب اور چودہ فصلوں پر مشتمل ہے جب کہ دوسرے حصے میں کشف المحجوب کا فارسی سے عربی میں ترجمہ ہے۔یہ مقالہ ۱۹۷۳ میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر اسعاد قندیل نے اپنے مقالے کا مقدمہ اتنا مبسوط اور جامع لکھا ہے کہ یہ مقدمہ باقاعدہ ایک کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔بہ قول ڈاکٹر ظہور احمد اظہر:

''مقدمہ ایک مفصل و جامع تعارف اور حقیقت پسندانہ تبصرہ ہے۔یہ وسیع معلومات اور قیمتی آراء قابل قدر اور مستحق تحسین ہیں اور کشف المحجوب کو عرب قاری کے لیے واقعی ''کشف المحجوب'' بنا دیتی ہیں۔یہ مقدمہ نہیں ایک مستقل کتاب ہے جو ڈاکٹر صاحبہ کے مقالہ ڈاکٹریٹ کا عکس اور جوہر ہے اور کتاب کے ساتھ ساتھ اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصنف کی شخصیت کے تمام تر پہلو قاری کے سامنے رکھ دیتا ہے۔'' (۸)

ایک مضمون میں ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب نے اس بات کی خواہش کی تھی کہ اس مقدمے کا اردو میں ترجمہ ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر صاحب نے لکھا:

''اس مقدمہ کا اردو ترجمہ اہل پاکستان کے لیے بے حد مفید اور محکمہ اوقاف کے اعمال خیر میں بھی شمار ہوگا۔ یہ ترجمہ حضرت داتا گنج بخشؒ اور ان کی گراں بہا تصنیف کو سمجھنے میں بھی بے حد کارآمد ثابت ہوگا۔'' (۹)

اس مقدمے کے ترجمے کی سعادت ڈاکٹر جاوید مجید کے حصے میں آئی۔ یہ مقدمہ کتابی صورت میں ۲۳۸ صفحوں پر مشتمل ہے۔ اسے ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور نے سال ۲۰۱۶ء میں بہ عنوان ''شیخ ہجویریؒ اور کشف المحجوب'' شائع کیا۔

....

ڈاکٹر اسعاد نے مقدمے کے پہلے باب کی چھٹی فصل کو بہ عنوان ''حیاتِ شیخ ہجویریؒ کا مرحلہ اخیر، لاہور میں مستقل قیام، وفات اور آپ کا مرقد مبارک'' باندھا ہے۔ اس فصل کے ایک ذیلی عنوان تاریخِ وفات میں اس نے مزارِ ہجویریؒ پر کندہ تین فارسی قطعوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہ تینوں قطعے فارسی میں ہیں۔ پہلا قطعہ خواجہ معین الدینؒ کی طرف منسوب ہے۔ یہ بائیں طرف دروازے پر تحریر ہے۔ اس پر خواجہ معین الدینؒ کا اسم گرامی بھی لکھا ہوا ہے۔ قطعہ یوں ہے:

این روضہ کہ بانیش شدہ فیض الست　　مخدوم علی راست کہ باحق پیوست
در ہستی نیست شد ہستی یافت　　زان سال وصالش افضل آمداز 'ہست'
سال 465ھ خواجہ معین الدین چشتی (۱۰)

یعنی: یہ روضہ ہے کہ جس کا بانی فیض ازل ہے، مخدوم علی وہ ہیں جو حق سے متصل ہیں
اپنے وجود سے معدوم ہو گئے اور بقا پا گئے، اس لیے لفظ ''ہست'' اُن کا مادہ تاریخ ہے

قطعے کے آخری مصرعے میں افضل کے نیچے خط کھینچا گیا ہے۔ یہ لفظ اس مصرعے میں زاید ہے۔ ڈاکٹر اسعاد نے اسے یوں ہی لکھا ہے۔ مگر پاکستان کے معروف اقبال شناس اور فارسی شاعر جناب ڈاکٹر محمد اکرم اکرام شاہ کے مطابق یہاں لفظ ''افضل'' زاید ہے۔ (۱۱)

دوسرا قطعہ مولانا جامیؒ سے منسوب ہے۔ ڈاکٹر اسعاد نے اس قطعے کی اصل فارسی عبارت دی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور پھر اس کا عربی ترجمہ کیا ہے۔ یہاں ڈاکٹر اسعاد نے قطعے کے تیسرے مصرعے کے ابتدائی لفظ کو سمجھنے میں خطا کی ہے۔ فارسی قطعہ یوں ہے:

خانقاه علی ہجویری است | خاک جاروب از درش بردار
توتیا کن بہ دیدۂ حق بین | تا شوی واقف بر اسرار
چونکہ سردار ملک معنی بود | سال وصلش برآید ز 'سردار'

سال 465ھ مولانا جامی (۱۲)

اس قطعے کا اردو ترجمہ یوں ہے:

یہ علی ہجویری کی خانقاہ ہے، اس کے دروازے سے جھاڑو کی خاک اٹھا، اور اس کو اپنی آنکھ کا سرمہ بنا تا کہ تو اسرار سے آگاہ ہو سکے۔ چوں کہ آپ ملکِ معنی کے سردار تھے، اس لیے اُن کا سالِ وصال لفظ 'سردار' سے نکلتا ہے

ڈاکٹر اسعاد نے اس قطعے کا عربی ترجمہ یوں کیا ہے:

انها خانقاه علی الهجویری، فارفع عن بابها مکنسة الغبار. أیها البیغاء؟ انظر بعین مبصرة للحق، لتقف علی الاسرار. ولما کان سردار ملک المعنی، فان سنة وصله تستخرج من کلمة 'سردار'. (۱۳)

یعنی یہ علی ہجویری کی خانقاہ ہے، اس کے دروازے سے غبار کی جھاڑو اٹھا اے طوطے؟ حق کو دیدۂ بینا سے دیکھ، تا کہ تو اسرار سے آگاہ ہو سکے اور جب سردار ملک المعنی ہوا، تو آپ کا سال وصال 'سردار' سے نکال

اصل فارسی قطعے کو سامنے رکھ کر اردو ترجمے کی مدد سے ڈاکٹر اسعاد کے پیش کردہ عربی ترجمے کو بخوبی جانچا جا سکتا ہے۔ ان کے ترجمے سے انتہائی مضحکہ خیز صورت پیدا ہوگئی ہے۔ انھوں نے 'توتیا' کا ترجمہ ببغا یعنی طوطا کر دیا ہے جب کہ اس قطعے میں توتیا سے مراد سرمہ ہے۔ طوطے کی اسرارِ حق سے آگاہی چہ معنی دارد؟

تیسرا قطعہ محمد اقبال کا ہے۔ یہ مشرقی دروازے کی دیوار پر رقم ہے:

سال بنائی حرم مومنان | خواہ ز جبریل ز ہاتف مجو
چشم 'بہ مسجد اقصی فلکن' | ''الذی بارکہ'' ہم بگو

سال 465ھ علامہ اقبال (۱۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قطعہ کا ترجمہ یوں ہے:

مومنوں کے حرم کی تاریخ وفات ہاتف سے مت پوچھو بل کہ جبریل سے دریافت کرو۔ مسجد اقصی پر نگاہ ڈالو اور یہ بھی کہو ''الذی بارکہ''

ڈاکٹر اسعاد نے یہاں رباعی کا تیسرا مصرعہ غلط لکھا ہے۔ صحیح یہ ہے: چشم بہ ''المسجد الاقصی فگن۔ مزید یہ کہ ڈاکٹر اسعاد نے مادہ تاریخ ۴۶۵ھ درج کیا ہے جب کہ سرودِ رفتہ میں موجود علامہ اقبال کی اس رباعی سے مادہ تاریخ ۱۳۴۰ھ برآمد ہوتا ہے۔(۱۵) ....

بہ طورِ مجموعی حضرتِ ہجویریؒ کے حوالے سے ڈاکٹر اسعاد قندیل کا کام وقیع اور قابلِ رشک ہے۔ اس مقالے کے پہلے حصے میں حضرتِ ہجویریؒ کا تعارف ڈاکٹر اسعاد کی عربی میں لکھی تقدیم کا اردو روپ ہے۔ اس تقدیم ہی سے یہ خوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر اسعاد نے کس عرق ریزی سے یہ کارنامہ انجام دیا ہے۔ مزید برآں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر جیسے فاضل استاد نے ڈاکٹر اسعاد کے مقدمے کے اردو ترجمے کی خواہش بلا جواز نہیں کی تھی۔ رہا سوال اس مقدمے میں راہ پا جانے والے بعض تسامحات کا، اس سلسلے میں عرض ہے کہ ڈاکٹر اسعاد کی مادری زبان عربی ہے نہ کہ فارسی۔ لہذا بعض فارسی الفاظ وتعبیرات کا درست ترجمہ نہ کر پانا بعید از قیاس نہیں ہے۔ ڈاکٹر اسعاد قندیل نے اپنے حصے کا کام بخوبی نبھایا ہے اب یہ اہلِ علم وتحقیق کا فرض ہے کہ وہ آگے آئیں، تسامحات کی نہ صرف نشان دہی کریں بل کہ اصلاح بھی کریں۔ یہی رویہ تحقیقی ہے اور حضرتِ ہجویریؒ سے صحیح عقیدت کا غماز بھی۔

☆☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالے

(۱) کشف المحجوب للہجویری، ڈاکٹر اسعاد عبدالھادی قندیل، دارالنھضۃ العربیۃ، بیروت، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۔ ۷

(۲) الھجویری، اشاعت جلد اول، محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب لاہور ایڈیشن سوم، 2015ء، ص ۹۴

(۳) ایضاً، ص ۵۱۵

(۴) دیباچۂ کشف المحجوب بہ تصحیح زوکوفسکی، روس، ۱۹۲۶ء، ص ۱۸ نیز دیکھیے: سبک، شناسی، ج ۲، ص ۱۸۷

(۵) الھجویری، اشاعت جلد اول، محکمہ اوقاف و مذہبی امور پنجاب لاہور ایڈیشن، سوم، ۲۰۱۵ء، ص ۲۹۴

(۶) ایضاً، ص ۷۸۹

(۷) معارف ہجویریہ (ا)، تقدیم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر پنجاب یونیورسٹی ہجویری چیئر، ۲۰۱۲ء، ص ۱۸۵

(۸) ایضاً، ص ۱۹۱

(۹) ایضاً، ص ۱۹۱

(۱۰) کشف المحجوب للہجویری، ڈاکٹر اسعاد عبدالھادی قندیل، دارالنھضۃ العربیۃ، بیروت، ۱۹۸۰ء، ص ۸۶

(۱۱) شیخ ہجویریؒ اور کشف المحجوب (ترجمہ) ڈاکٹر جاوید مجید، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص ۱۱۲

(۱۲) کشف المحجوب للہجویری، ڈاکٹر اسعاد عبدالھادی قندیل، دارالنھضۃ العربیۃ، بیروت، ۱۹۸۰ء، ص ۸۶

(۱۳) ایضاً، ص ۸۷

(۱۴) ایضاً، ص ۸۷

(۱۵) سرودِ رفتہ، غلام رسول مہر، صادق علی دلاوری، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۵۹ء، ص ۲۲۲

© rasailojaraid.com